

رسائل و مسائل

اللہ کی حاکمیت

جناب ملک، غلام حمد

سوال: بعض اہل علم پاکستان کے آئین پریہ اعتراض فارد کرتے ہیں کہ اس میں اللہ تعالیٰ کی حاکمیت کے ساتھ رسول اکرم کی حاکمیت کا ذکر نہیں ہے، حالانکہ اسلام میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اقتدار اعلیٰ کے مالک ہیں اور رسول اکرم کی حاکمیت تسلیم کیے بغیر خالق کائنات کی حاکمیت اعلیٰ کا تصور ممکن نہیں ہوتا۔ اللہ کی حاکمیت اصلی و حقیقی ہے جب کہ رسول اللہ کی حاکمیت نیاتی و تفولیقی ہے۔ پاکستان کے دستور کی ابتداء میں اللہ کی حاکمیت کے ساتھ رسول اکرم کی حاکمیت کے تصور کو شامل کیے بغیر اسے صحیح معنوں میں ایک اسلامی ریاست کا آئین قرار نہیں دیا جاسکتا۔ پاکستان کے آئین میں یہ سقلم موجود ہے کہ اللہ کی حاکمیت کے بعد حضرت بھی اکرم کی حاکمیت کو درج کیے بغیر مسلمان حکمرانوں کو اللہ کی حاکمیت کا امین قرار دے دیا گیا ہے۔

بہادر کرم واضح کریں کہ یہ احتراzen کیا تک صحیح اور حق بجانب ہے اور اس کا دفعہ و تدارک کیسے ہو سکتا ہے؟

جواب: ”قرارداد مقاصد“ جو دستور ساز اسمبلی پاکستان نے منظور کی تھی اور جسے جمہوریہ اسلامیہ پاکستان ۱۹۴۷ء کے دستور کا دیباچہ بنایا گیا تھا۔ اس کی ابتداء بسم اللہ الرحمن الرحيم کے بعد ان الفاظ سے ہوتے ہے:

SOVEREIGNTY OVER THE ENTIRE UNIVERSE.

BELONGS TO ALLAH ALMIGHTY ALONE

اس کا ترجمہ اردو میں یہ کیا جائے گا کہ: "پوری کائنات پر حاکمیت فقط اثرِ رب العالمین کے لیے ہے"

قرارداد مقاصد کے یہ الفاظ پاکستان کے ہر دستور میں شامل ہے ہیں اور موجودہ دستور کی وقوع الف۔ ۲
کا رو سے قرارداد مقاصد دستور کے قن کامورث اور واجب المتنقیہ حنفی و بن حنفی ہے۔ قرارداد مقاصد کے ابتدائی الفاظ بوجوہ پر نقل ہوتے بالکل ہے غبار اور ایسے مفہوم و مفہوم کے حامل ہیں، ایسے جامن و اذن ہیں کمان کی صحت اور بنی رحمتیت ہونے پر پوری آمت کا اتفاق ہے۔ قرآن مجید میں یہی بات وضاحت سے بیان فرمائی گئی ہے:

- إِنَّ الْحَكْمَةَ إِلَّا لِلَّهِ (یوسف، ۵۷) نہیں ہے حکمرانی تک مصرف اثر کے کیے یہی^۱
- أَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْأَمْرُ جان لو کہ خلق بھی اسی کی ہے اور حکم بھی
 اسی کا۔ (الاعراف - ۲۷)

- وَلَا يُشَرِّكُنَّ فِي حُكْمِهِ أَحَدٌ^۲ (آلکہف - ۲۴)
وہ اپنی حکمرانی میں کسی کو شرکیں نہیں کرتا۔

حاکمیت اور بادشاہی میں کوئی اس کا شرکیں
نہیں۔ (بنتی اسرائیل - ۱۲)

چنانچہ سلف سے خلف تک علمائے اسلام نے اصول الفقه پر بوجوہ کتاب میں تحریر فرمائی ہیں ان میں یہ اصولی اساسی نکتہ بالعلوم درج کیا گیا ہے کہ حاکم دراصل اند تعالیٰ ہے اور اقتدار اعلیٰ اسی کی ذات کے لیے ہے۔ چند مشاہدیں درج فریل ہیں:

مشہور حنفی امام ابن الہمام اپنی کتاب التحریر فی اصول الفقه میں فرماتے ہیں نہ
- الحاکم لا خلاف فی انه اللہ حکم دینے والی ذات کے بارے میں کوئی
اختلاف نہیں ہے کہ وہ اثرِ رب العالمین - رب العالمین -

(تفسیر التحریر، جلد ۲، ص ۱۵۰۔ دار الفکر) ہے۔

شافعی فیضہ امام سیف الدین الامدی اپنی تصنیف لدالاحکام فی اصول الاحکام میں ہے:

فرماتے ہیں:

اعلم ان الحکم الشرعی یستدعي حاکماً... اعلم انه لا حاکم سوی
اہلہ تعالیٰ ولا حکم إلا ماحکم به (الاحکام - جزو اول - ص ۴۹)
(جان لو کر حکم شرعی کا تقاضا ہے کہ اس کا حاکم ہو اور جان لو کر کوئی حکم دینے والا نہیں سوائے
اللہ تعالیٰ کے اور حکم دہی ہے جو اس نے دیا ہو)۔

حجۃ الاسلام امام غزالی اپنی تصنیف "المستصفی فی علم الاصول" میں لکھتے ہیں:

فی البحث عن المحاکم یتبیّن ان لا حکم الا لله وانه لا حکم للرسول
ولا للسید علی العبد ولا لملکوق علی مخلوق بل كل ذلیک حکم الله تعالیٰ
ووضعه لا حکم لغیرها۔ (المستصفی فی علم الاصول - ص ۸)

صاحب حکم کی بحث میں یہ واضح ہے کہ حاکمیت خالص اللہ کے یہے، اور رسول ﷺ
کے یہی حاکمیت نہیں، نہ آقا کے یہی کسی غلام پر، نہ کسی مخلوق کو کسی درسری مخلوق پر حکمرانی
کا حق ہے۔ ان جملہ صورتوں میں حکم اللہ تعالیٰ کا ہے، قانون اُسی کا ہے، کسی غیر کو حکم دینے
کا حق نہیں)۔

استاذ ابو زید اپنی کتاب "أصول الفقه" میں فرماتے ہیں:

الحاکم هو الحق سبحانه وتعالى وطرق معروفة حکم الله هي
الادلة والصادر الشعريّة لمعرفة حکم الشعري اسلامي
فيها۔ (أصول فقہ - ص ۲۵)

(حاکم اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہے اور اُنہا حکم جانشکے ذرائع مصادر شرعیہ اور
شرعیہ ہیں، جن سے حکم شرعی معلوم ہوتا ہے)۔

پھر لکھتے ہیں:

الحاکم في الفقہ الاسلامي هو الله سبحانه وتعالى اذ ان هذه
الشرعية قانون دینی يرجع الى اصله الى وحي السماء
فالحاکم فيه هو الله وكل طرائق المعرفة بالاحکام فيه

انما هي مناهي لمعرفة حكم الله تعالى وأحكام دينه السماوي
على هذا التفق جمهور المسلمين "بل أجمع المسلمين" فان
الاجماع قد انعقد على ان المحاكم في الاسلام هو الله تعالى واته
لأشريع الامن الله وقد صوح بذلك القرآن المحكيم فقال تعالى:
إِنَّ الْحُكْمَ إِلَّا لِلَّهِ و قال تعالى، **وَأَنِ احْكَمَ بِيَدِنَّهُ** لِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ
فقه اسلامی میں حاکم اللہ سبحانہ تعالیٰ ہے کیونکہ یہ شریعت دینی قانون ہے۔

جواہری اسلام میں وحی آسمانی کی طرف لوٹتا ہے، پس اس میں حاکم است ہے اور اس کے بعد
احکام کے جاننے کے ذریعہ وہی ہیں، جو اللہ کے حکم جاننے نے ہیں اور اس کے دین سماں
کے احکام کی معرفت کے ہیں۔ لہذا مسلموں کا انفاق بلکہ اجماع اس پر منعقد ہو چکا ہے کہ
اسلام میں حاکم اللہ تعالیٰ ہے اور اشہر کے قانون کے سوا کوئی قانون نہیں۔ فارا
مجھی اس کی صراحت کر دی ہے۔ اللہ کا فرمان ہے: **إِنَّ الْحُكْمَ إِلَّا لِلَّهِ**
أَنِ احْكَمَ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ

شیخ محمد الحضری اپنی کتاب "أصول الفقه" میں لکھتے ہیں:

الحاکم هو الله سبحانه و معرف ادکامه رسلاه بما يبلغون
الناس عنه - الحکم هو خطاب الله و ينتبه عن ذلك ان خطاب
الله ما خود في حقيقة الحكم فلا حكم إلا بالله وهذه قضية الفقه
عليها المسلمون قاطبة - (أصول الفقه ص ۲۱، المكتبة، مصر، الطبعة
ال السادسة)

(حاکم اللہ سبحانہ ہیں اور اللہ کے احکام کی پہچان کہ اتنے وانے رسول ہیں جو اسے
اشہر کی طرف سے لوگوں تک پہنچا تھے ہیں۔ حکم اللہ کا خطاب ہے جس کا نتیجہ یہ آمد ہوتا ہے
کہ اشہر کا خطاب حکم کی حقیقت میں داخل ہے، پس اللہ کے ماسوا کسی کو حکم دینے کا
اختیار نہیں، یہ مستدل ایسا ہے جس پر تمام مسلموں کا اجماع ہے)۔

بہماں یہ امر بھی قابل ذکر ہے اور بڑی اہمیت کا حامل ہے کہ جنوری شہر میں برقرار رہا چیز

جمل مسلمان مکاتب فکر کے اکٹیں سربراور دہ علمائے کرام نے رجن میں مغربی و مشرقی پاکستان کے نمائندے شامل تھے، ان سب نے ایک اسلامی ملکت کے جو بائیس لکھات و مصول بالاتفاق تھے کیے تھے، ان میں اولین نکتہ یہ تھا کہ:

۱۔ اصل حاکم تشریعی توکوئی حدیث سے الہ رب العالمین ہے۔

یہ اصولی حقیقت دوسرے الفاظ میں قرارداد مقاصد کے اس بیزد میں درج ہے جو حاکمیت سے متعلق ہے۔ اس میں کوئی شک و شبہ نہیں کہ بنی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی ہمارے لیے شاسع اور مطابع ہیں اور آنحضرت کی سنت ثابتہ بھی ہمارے لیے قرآن مجید کے ماند واجب الاتباع ہے۔ لیکن یہ اسی نبایپ نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی حاکمیت مظلومین میں شرکیہ کیا ہے، بلکہ آنحضرت کی اطاعت و اتباع اس حدیث سے ہے کہ آپ کی قوی و فعلی سنت چونکہ دھی پوتی ہے، لہذا اسی لی سر برادر بلاسون و چرا تمیل کا حکم خود اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں دیا ہے پناچ قرآن مجید میں نو معامات پیانیا علیہم السلام کا یہ قول وارد ہے کہ **وَنَّالْقَوَا اللَّهُ وَأَطِيعُنَّ اللَّهَ سَعَى دُرُّوا وَمِيرِي اطاعت کرو۔** - پھر یہ اصول بھی قرآن میں واضح فرمایا کہ:

وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ رَسُولٍ إِلَّا دِهِمْ نَّكَرْتُ كَوَافِرَ نَّهِيَنَّ بِهِمْ بَصِيرَةً
اس یہ کہ اس کی اطاعت ہو اشد کی
إِلْيَطَاعَ بِإِذْنِ اللَّهِ۔

(النساء-۶۵) (اجازت کے تحت)

اور جتنے علمائے اصول کے اقوال نقل ہوتے ہیں، ان میں سے کوئی ایک بھی امعاذ اللہ سنت نبویہ کے مخالف شریعت و قانون ہونے کا منکر و مخالف نہیں۔ ہر ایک نے سنت و حدیث کی بحث کا اثبات و اقرار اور اس کے حنفی میں استدلال کیا ہے۔ یہاں ان مباحثت کا نقل کرنا ممکن فضول تھیں۔ لیکن حاکمیت کی بحث بالکل علیحدہ، جدا گاند موضع ہے۔

ہمارے دستور کی دفعہ ۲ کی تازہ ترمیم شدہ عبارت یوں ہے:

”پاکستان کا سرکاری مذہب اسلام ہو گا، قرآن و سنت میں بیان کردہ اسلام کے احکام ملک کا اعلیٰ انترین قانون اور حکومت کے لیے پالیسی سازی اور پارلیمنٹ و صوبائی اسمبلیوں کے لیے قانون سازی اور رہنمائی کا سرجنپرہ ہوں گے۔“

”اسلامی مملکت کے بنیادی اصول“ جو اسلام میں عملائے کرام نے بالاتفاق طے کیے تھے، ان کا اولین نکتہ جواہار کیتی سے متصل تھا، اور پر نقل ہو چکا، دوسرا نکتہ یہ تھا:

”ملک کا قانون کتاب و سنت پر مبنی ہو گا اور کوئی ایسا قانون نہ بنایا جاسکے گا، نہ کہنی ایسا انتظامی حکم دیا جاسکے گا جو کتاب و سنت کے خلاف ہو۔“

تازہ ترین نفاذِ شریعت آرڈننس شمارہ ۱۹۸۸ء میں بھی شریعت کی بالادستی کو تسلیم کرتے ہوئے اسے پاکستان میں اعلیٰ ترین سرخیتمہ قانون قرار دیا گیا ہے اور شریعت سے مراد اسلام کے وہ احکام یہ گئے ہیں جو قرآن و سنت میں مرقوم ہیں۔

اس مختصر بحث کی روشنی میں اگر دیکھا جائے تو اسلامی جمہوریہ پاکستان کے دستور میں خالی کائنات کی حاکمیتِ مطلقاً اور اقتدار اعلیٰ کو جن الفاظ میں ثبت کیا گیا ہے، اُن میں کسی اشتباہ اعتراف کی گنجائش نہیں نکلتی اور احکامِ شریعت میں قرآن مجید کے ساتھ سنت نبوی کا مقام اپنی ملکہ الگ درج کر دیا گیا ہے۔

(بقیہ سندھ میں گورنر کاظمی کے متعلق (ایک فیصلہ))

ہذا میں مسلم عاملی قوانین آرڈننس کی وجہ، کو اس اعتیبار سے تسلیم نہیں کرتا کہ درخواست گذار کا چیزیں کی طرف سے جاری کروہ طلاق کا نوٹس مورخ ۱۷۔۱۰ اس تاریخ سے تو ۹ دن گذر جائے نے قرآن و سنت کے احکام کا بے تو قیری کر کے طلاق کو فی الواقع موثر کر دیا۔ اور درخواست گذار نے ۲۷۔۱۰ کو جس طرح طلاق ”کھی تھی وہ شیعی پنسنل لارکی نظر میں، جس سے فریقین نے اپنی وادی استگ فاہر کی ہے، غیر موثر ہے۔ درخواست گذار کو کوئی حکم اقتضائی نہیں دیا جاسکتا، کیونکہ مقدمے کے کوائف کی وجہ سے مستعانتہ علیہ را بدستور درخواست گذار کی بیوی ہے۔ بعطا بق فیصلہ۔